## اقوال زرّیں

### حضرت حسن بصریؒ

- دین اسلام سب نیکیوں کا نچوڑ ہے۔
- جو کام حکمت سے خالی ہے وہ آفت ہے، جو خاموشی حکمت سے خالی ہے وہ غفلت ہے، جو نظر حکمت سے خالی ہے وہ ذلت ہے۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA NEW DELHI

# بندوق اور دھماکوں سے انقلاب نہیں آتا

**مرکزی**

وزیر داخلہ امت شاہ نے آج دعویٰ کیا ہے کہ نریندر مودی حکومت بہت ہی کم وقت میں ملک سے نکسلیوں کا مکمل صفایا کر دے گی۔ ان کا کہنا ہے کہ مرکزی حکومت دہشت گردی اور نکسلیوں کے خلاف مسلسل مہم چلا رہی ہے۔ انہیں یقین ہے کہ آنے والے وقتوں میں بھی نکسلیوں کے خلاف کارروائیاں جاری رہیں گی اور مودی کی قیادت میں ہم بہت کم وقت میں اپنے ملک سے نکسل ازم کا خاتمہ کردیں گے۔

ان کے اس بیان کا کوئی پہلو نہ تو قابل گرفت ہے اور نہ ہم اس پر کوئی حرف گیری کرنا چاہتے ہیں۔ جارحیت، تشدد، قتل و غارت گری کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے، مسائل اور مطالبات کی یکسوئی اور حل کا واحد راستہ بات چیت، مذاکرات اور مکالمہ آرائی ہے۔ اس راستہ سے سرمو انحراف نہ صرف کامیابی کے تمام دروازے بند کردیتا ہے بلکہ مسائل میں اضافہ کا سبب بننے کے ساتھ معاشرہ پر اضطراب، بے چینی، بدامنی، لاقانونیت، بدنظمی، ظلم و زیادتی، فتنہ و فساد، محاذ آرائی، سنگ دلی، بے حسی اور ادبار کے کالے بادل چھا جاتے ہیں۔ جن سے برسنے والی مینہ انسانیت کیلئے زہر ہلاہل ہوتی ہے۔ لہٰذا تشدد اور قتل و غارت گری کے خلاف ریاست کی ہر مہم کا دست و باز و بننا امن پسند شہریوں کا فرض ہے۔

نکسلیوں اور ماؤنواز شدت پسندوں کی ’دہشت گردی‘ کے خلاف ریاست کی مہم قابل ستائش ہے اور اسے قیام امن کی سمت ایک اچھا قدم سمجھا جانا چاہیے۔ کیوں کہ ہندوستان گزشتہ کئی دہائیوں سے نکسلیوں کی ’لال دہشت گردی‘ سے دوچار ہے۔ بہار، جھارکھنڈ، چھتیس گڑھ، مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر جیسی ریاستوں میں قتل و غارت کا خونیں کھیل رچانے والے نکسلیوں کو بزور طاقت ختم کیا ہی جانا چاہیے۔ گزشتہ دنوں چھتیس گڑھ میں سیکورٹی فورسز نے 29 نکسلیوں کو ہلاک کرکے اس سمت میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ ریاستی پولیس کے ڈسٹرکٹ ریزرو گارڈ اور بارڈر سیکورٹی فورس نے یہ آپریشن کیا۔ ایک طرح سے یہ نکسلائیٹس کے خلاف رواں دہائی کا سب سے بڑا آپریشن ہے۔ اس سے قبل 2016 میں 30 اور 2021 میں 25 نکسلائیٹس مارے گئے تھے۔ اس مہم میں خاص بات یہ بھی رہی ہے کہ سیکورٹی فورسز کو کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔ اے کے 47 سے لے کر رائفلز اور گولہ بارود تک، بہت سے ہتھیار برآمد ہوئے اور بڑی تعداد میں نکسل لٹریچر بھی ملا ہے۔ چھتیس گڑھ میں گزشتہ 3 مہینوں کے دوران ایک ایک، دو دو کرکے اب تک 80 سے زیادہ نکسلی مارے جاچکے ہیں، 125 کے قریب نکسلیوں کو گرفتار کیا گیا ہے اور ڈیڑھ سو سے زائد نے ریاست کے سامنے خودسپردگی بھی کی ہے۔ مرنے والوں میں ایک درجن سے زائد خواتین بھی شامل تھیں۔ یہ خواتین خطرناک ہتھیاروں کے ساتھ مرد نکسلیوں کی حفاظت میں سب سے آگے آگے تھیں، اس لیے یہ فورسز کا آسان ہدف بھی ثابت ہوئیں۔

سوال یہ ہے کہ ہندوستان جیسے امن پرور معاشرہ میں بندوق لے کر جنگل جنگل مارے پھرنے والے نکسلی آخر چاہتے کیا ہیں، ان کا مطالبہ کیا ہے؟ کیا وجہ ہے کہ قتل و غارت گری کی راہ پر چلنے والے مردوں کو خواتین کا ساتھ بھی مل رہا ہے؟ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کیلئے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ معاشرہ میں قدم قدم پر نظر آنے والے ’عدم مساوات‘ میں اس کا جواب آسانی سے ڈھونڈا جاسکتا ہے۔

آج معاشرے کے ہر انسان کو ایک وسیلہ روزگا کی ضرورت ہے تاکہ وہ عزت کی زندگی بسر کرسکے، اکیلے نہیں بلکہ اپنے خاندان کے ساتھ، یعنی اس کا روزگار ایسا ہونا چاہیے کہ کھانا، کپڑا اور مکان کی بنیادی ضرورت کے ساتھ ساتھ بچوں کی تعلیم اور ضرورت پڑنے پر علاج معالجے کا انتظام کرسکے۔ قرض لیے یا زیورات بیچے بغیر شادی بیاہ اور دیگر سماجی اور ثقافتی ذمہ داریوں کو پورا کرسکے۔ یہ وسیلہ روزگار جوانی کے ابتدائی ایام میں یعنی 20 سے 25 سال کی عمر کے درمیان دستیاب ہوجانا چاہیے۔ لیکن ایسا نہ پہلے ہوا کرتا تھا اور نہ آج ہو رہا ہے بلکہ آج تو صورتحال دھماکہ خیز حد تک بگڑ چکی ہے، ڈھلتی جوانی تک لوگ روزگار کیلئے جگہ جگہ بھٹک رہے ہیں اور آخر میں مایوسی ہاتھ آتی ہے۔ خود اعتمادی تو مجروح ہوتی ہے اور انسان بے اطمینانی کا شکار ہوجاتا ہے۔ جب معاشرے میں ایسے غیر مطمئن لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے تو معاشرتی بے اطمینانی، بغاوت اور انقلابات جنم لیتے ہیں۔ نکسلی بھی اسی کی پیداوار ہیں۔ حالات کے ہاتھوں تشدد کی راہ پر دھکیل دیے جانے والے یہ نکسلی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ نہ تو چند بندوقوں اور بم دھماکوں کے زور پر انقلاب لاسکتے ہیں اور نہ ہی نظام بدل سکتے ہیں۔

نظام بدلنے کیلئے انہیں مین اسٹریم میں شامل ہونا پڑے گا۔ جمہور کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا اور وہ راستہ ہے انتخاب کا۔ جوان کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ بندوق رکھ کر ووٹ کی طاقت سے حالات کا مقابلہ کریں، یہی ان کے مسئلہ کا واحد حل ہے۔ ووٹ کی طاقت سے ہی وہ نظام بدل سکتے ہیں، ایک ایسا نظام بھی لاسکتے ہیں جس میں مفلوک الحال عوام، خوشحال سرمایہ دار کی صف میں بھلے ہی نہ آ پائیں تاہم انہیں فائدہ مند، باعزت اور پائیدار وسیلہ روزگار دستیاب ہو۔

edit2sahara@gmail.com

---

# آئین کی بالادستی کے بغیر جمہوریت کی بقا ممکن نہیں

**خواجہ عبدالمنتقم**

**جائزہ**

کسی بھی مہذب معاشرہ میں یا کسی بھی سیاسی نظام میں یہ خدشہ کہ کوئی بھی برسر اقتدار جماعت یا کوئی آنے والی حکومت آئین کی بالادستی قائم نہیں رکھے گی/ ایک سیاسی خدشہ ہوسکتا ہے نہ کہ قانونی کیونکہ آئین کا بنیادی مقصد ہے معاشرہ کو تقسیم نہ ہونے دینا، معاشرہ کو امن وامان اور سکون کی دولت عطا کرنا اور ملک کے شہریوں و دیگر لوگوں کو جن پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جائز حدود میں رکھنا۔ آئین کسی کو بھی اس سے انحراف اور تجاوز کی اجازت نہیں دیتا اور ملک کے کسی بھی قانون کو تجاوز کی صورت میں تجاوز کی حد تک ناقص بنا دیتا ہے۔ اگر عوام صحیح راستہ پر چلیں اور آئینی ادارے بشمول جمہوریت کے دیگر ستون سے وابستہ ادارے اپنے فرائض ایمانداری سے ادا کریں تو ملک میں یقیناً امن و امان رہے گا ورنہ جنگل راج جیسی صورت حال پیدا ہو جائے گی، حقوق پامال ہوں گے اور معاشرہ میں انسان دشمنی، بدامنی، ناانصافی، جبر وتشدد اور استحصال واستبداد جیسی برائیاں گھر کرلیں گی۔ مگر اس کے باوجود انگشت شہادت اس بات کی گواہی دیتے ہوئے یہ اشارہ کر رہی ہے کہ اس طرح کی حرکتیں نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ دیگر ممالک میں بھی ہوتی رہی ہیں جن سے آئین پر آنچ آنے کا گمان ہونے لگتا ہے۔

اگر ہم تاریخ رفتہ پر نظر ڈالیں تو آزادی کے بعد بھی ہمارے ملک میں ایسے واقعات ہوتے رہے ہیں، جن سے یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ جیسے قانون کی بالادستی خطرے میں ہے، جیسے عبادت گاہوں کو ضرر پہنچانا یا ان کا انہدام، مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کی نیت سے مضرت رساں افعال واقوال، مختلف گروہوں کے درمیان دشمنی پیدا کرنے کی کوشش، کسی کے کھان پان اور پوشاک پر بے جا تبصرہ، مذہبی مجمع وعبادت میں خلل ڈالنا، مجاہدین آزادی کے قد کو چھوٹا کرنا، اجتماعی زنا بالجبر کے مجرمین کی رہائی پر حکومت کی ناک کے نیچے جشن منانا، ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے مجسمہ پر وار، تریپورہ میں لینن کے مجسمہ کا انہدام، بنگال میں شیاما پرساد مکھرجی کے مجسمہ کی بے حرمتی، ہجومی تشدد اور پتھر بازی کے واقعات، موجودہ و ماضی کے حکمرانوں کے خلاف بے جا تبصرہ وغیرہ۔ اپنی پسندیدہ شے یا شخصیت کو تو سبھی پسند کرتے ہیں مگر قوت برداشت اور اعلیٰ ظرفی کا اصل امتحان تو اس وقت ہوتا ہے جب اپنی طبیعت کے خلاف ہونے والے کسی وقوعہ کے خلاف احتجاج کی صورت میں یا سنگین جرائم کے مجرمین کی رہائی پر بے جا خوشی مناتے وقت بھی تہذیب کے دائرہ میں رہا جائے۔ کسی مشن میں کامیابی، خواہ وہ کسی بھی میدان یا شعبۂ حیات میں ہو، کسی عمارت کی شکست و ریخت کے ذریعہ یا طعنہ کشی کے ذریعے نہیں منائی جاتی۔ جشن منانا ایک تعمیری عمل ہے لیکن اگر اسے تخریبی انداز میں منایا جاتا ہے تو یہ یقیناً منفی فکر وعمل کا اظہار ہوگا۔

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسانوں کو بانٹنے سے سماج میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ ملک میں خوشگوار فضا کی برقراری تب ہی ممکن ہے جب قانون کی بالادستی کو برقرار رکھا جائے۔ کسی بھی ملک کا آئین اس ملک کا بنیادی قانون ہوتا ہے اور ہر قانون اس قانونی التزام کو ملحوظ خاطر رکھ کر بنایا جاتا ہے کہ اس میں ایسی کوئی بات شامل نہ ہو جس سے آئین کی کسی بھی دفعہ میں شامل کسی بات کی نفی ہوتی ہو۔ آئین کی بالادستی کا نظریہ ہمارے جدید قانونی نظام کی دین ہے اور یہ آج کی ترقی یافتہ اور متمدن دنیا کا سب سے بیش قیمت سرمایہ ہے۔ یہ اصطلاح ایک فرانسیسی اصول La Principe de Legalite سے ماخوذ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سرکار کی جو بھی کارروائی ہو، اس کا کوئی نہ کوئی قانونی جواز ہونا چاہیے۔ سرکار اپنی من مانی نہیں کرسکتی۔

قانونی ماہرین کے بین الاقوامی کمیشن نے اپنی ذیلی قرارداد میں قانون کی بالادستی کو تین درجوں میں بانٹا تھا لیکن اس میں اب ایک چوتھے درجے کو بھی شامل کرلیا گیا ہے۔

1 - قانون ساز ادارے اور قانون کی بالادستی: قانون ساز اداروں کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسا قانون بنائیں جس سے تمام انسانوں کو ایک باوقار حیثیت حاصل ہو اور انہیں تمام شہری، سیاسی، سماجی، معاشی، تعلیمی اور ثقافتی حقوق حاصل ہوں۔ کسی بھی شخص کے ساتھ مذہب، نسل، ذات، جنس، نسب، بود وباش یا کسی اور بنا پر کوئی امتیاز نہ برتا جائے۔

2- انتظامیہ اور قانون کی بالادستی: ایک مہذب معاشرے میں انتظامیہ مناسب تحفظ اور عدالتی نظر ثانی کے تحت ہونی چاہیے تاکہ اس کے ذریعہ کی جانے والی تمام کارروائیوں پر نظر رکھی جاسکے۔ اس کے علاوہ انتظامیہ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ کسی شخص کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے پہلے اسے اس بات کا موقع دے کہ وہ اپنا دفاع کرسکے۔

3- عدلیہ اور قانون کی بالادستی: ہر مہذب معاشرے کا تقاضا ہے کہ وہاں عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل ہو اور انتظامیہ و قانون ساز اداروں کو اس بات کی اجازت نہ ہو کہ وہ عدالت کے کام کاج میں دخل اندازی کرسکیں۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جج اپنے من مانے ڈھنگ سے کام کریں۔

اب سے تقریباً بیالیس سال قبل ہمارے قانونی کمیشن نے 1961 میں اپنی رپورٹ میں کہا تھا کہ کوئی قوم جمہوری ڈھنگ سے تب تک نہیں چل سکتی جب تک کہ اسے قانون کی بالادستی اور اس کی اہمیت کا مکمل احساس نہ ہو۔

4- فوجداری کارروائی اور قانون کی بالادستی: فوجداری کارروائی میں قانون کی بالادستی سے مراد یہ ہے کہ فوجداری قانون مکمل طور پر معین ہونا چاہیے۔ ملزموں کی بابت، جب تک انہیں عدالت مجرم قرار نہ دے دے، یہ قیاس کیا جانا چاہیے کہ وہ بے گناہ ہیں۔ ملزموں کو سنوائی اور دفاع کا پورا پورا موقع دیا جانا چاہیے۔ قانونی چارہ جوئی کے لیے جس میں اپیل کرنا بھی شامل ہے، مناسب فورم میسر ہونے چاہئیں۔ کم سے کم اوپر کی ایک عدالت میں اپیل کا حق تو ہونا ہی چاہیے۔

ہماری سپریم کورٹ نے بھی قانون کی بالادستی کے اصول کو بھارت کے آئین کے بنیادی ڈھانچے کا ایک حصہ مانا ہے اور اپنے مختلف فیصلوں میں یہ بات کہی ہے کہ قانون کی بالادستی میں من مانے ڈھنگ سے کام کرنے کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے اور جہاں پر بھی یہ محسوس ہو کہ کوئی کام من مانے ڈھنگ سے کیا گیا ہے یا ایسا کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے تو اسے قانون کی بالادستی کی نفی سمجھا جائے گا (ملاحظہ فرمایئے اندرا گاندھی نہرو بنام راج نرائن (اے آئی آر 1975 ایس سی 2299) اور بچن سنگھ بنام ریاست پنجاب (اے آئی آر 1982 ایس سی 1325) والے معاملے۔ ویسے بھی جب ہماری عدلیہ اور ارباب حکومت آئین کے تقدس کو مختلف مذاہب کی مقدس کتابوں کے مشابہ سمجھنے لگیں تو پھر آئین کے تقدس کو کیسا خطرہ؟

یاد رہے کہ قانون کی بالادستی کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ضرورت پڑنے پر آئین میں ترمیم نہیں کی جاسکتی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ایسا کرتے وقت کوئی ایسی ترمیم نہ کی جائے جس سے قانون کی بالادستی پر آنچ آئے۔

(مضمون نگار ماہر قانون، آزاد صحافی، مصنف، سابق بیوروکریٹ وبین الاقوامی ادارہ برائے انسانی حقوق سوسائٹی کے تاحیات رکن ہیں)

amkhwaja2007@yahoo.co.in

> ہماری سپریم کورٹ نے بھی قانون کی بالادستی کے اصول کو بھارت کے آئین کے بنیادی ڈھانچے کا ایک حصہ مانا ہے اور اپنے مختلف فیصلوں میں یہ بات کہی ہے کہ قانون کی بالادستی میں من مانے ڈھنگ سے کام کرنے کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے اور جہاں پر بھی یہ محسوس ہو کہ کوئی کام من مانے ڈھنگ سے کیا گیا ہے یا ایسا کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے تو اسے قانون کی بالادستی کی نفی سمجھا جائے گا۔...ویسے بھی جب ہماری عدلیہ اور ارباب حکومت آئین کے تقدس کو مختلف مذاہب کی مقدس کتابوں کے مشابہ سمجھنے لگیں تو پھر آئین کے تقدس کو کیسا خطرہ؟

---

# ”مشکل گھڑی، گزرتے لمحات“

**زین شمسی**

**بازگشت**

خلیج کا سب سے امیر ریگستانی شہر دبئی آبی سیلاب کے نرغہ میں ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا مال الامیرات کی چھتوں سے بارش کا پانی ٹپک رہا ہے۔ پیسہ کی کھنک سے دنیا کو متحیر کردینے والا دبئی قدرت کے خلاف جانے کی کوشش میں اب بہت دور نکل چکا ہے۔ مصنوعی بارش کی تکنیک اسے راس نہیں آئی ہے۔ مصنوعی بادل آسمان میں جمع کرنے کے مرحلے میں بادل میں ایسا سوراخ ہوا کہ گزشتہ 80 سال میں جتنی بارش نہیں ہوسکی تھی، وہ دو دن میں ہوگئی۔ سائنسی تکنیک آزمانا غلط نہیں ہے مگر اس پر بھروسہ کرنا سائنسی نہیں ہے۔ یوں بھی دبئی پوری دنیا کے لیے عیش ونشاط کا بازار ہے۔ اسے شاید ہی مسلم دنیا میں ہونے والے واقعات و حادثات سے کوئی مطلب رہ گیا ہے۔

ایران نے اپنے صبر کا باندھ توڑتے ہوئے بالآخر اسرائیل پر ڈرون اور میزائل داغ دیے۔ امریکہ کی قلبی حسرت تھی کہ اسرائیل کے معاملہ میں ایران اپنے ردعمل کا اظہار کرے، سو اس نے کردیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے میزائل کو اردن کے آسمان پر ہی جدوجہد کرنی پڑی جو ایک اسلامی ملک ہے۔ اسرائیل تک رسائی کے باوجود ایرانی طاقت وہاں کسی بھی طرح کا نقصان کرنے میں ناکام رہی، لیکن کم ازکم اس نے اپنی حمیت کا اظہار تو کردیا ورنہ مسلم دنیا فلسطین کے لیے یا تو دعا ہی کرتی رہی یا پھر اسرائیل کے پروڈکٹس کے بائیکاٹ کا اعلان کرتی رہی۔ پیپسی اور کولا جیسے مشروبات کا بائیکاٹ کرکے کیا اسرائیل کو دھول چٹائی جاسکتی ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے ضروریات زندگی کی اتنی بڑی بڑی ایجادات کی ہیں کہ بغیر ان ایجادات کے دنیا ایک قدم نہیں چل سکتی۔ بائیکاٹ تبھی کامیاب ہوتا ہے جب اس کا متبادل بازار میں ہو۔ ہندوستانی مسلمانوں نے تو ملک میں ایک صابن کی ٹکیا کی فیکٹری بھی ڈھنگ سے نہیں لگائی تو پیپسی کا بائیکاٹ کرکے وہ کیا فلسطین کو بچا پائیں گے۔

الیکشن بالکل سر پر ہے مگر حیرت کی بات ہے کہ الیکشن سے پہلے ہی لوگ مودی کو انتخاب جتا چکے ہیں۔ نہ عوام میں کوئی گہما گہمی ہے اور نہ ہی سیاسی پارٹیوں میں چابکدستی دیکھنے کو مل رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ الیکشن محض ایک روایت ہے، رسم ہے، فیصلہ پہلے ہی آچکا ہے اور ایسا اس لیے بھی ہے کہ جب سے الیکٹورل بانڈ کا معاملہ سامنے آیا ہے، یہ ثابت ہوچکا ہے کہ ملک کے بڑے سے بڑے کاروباری پہلے سے ہی طے کرچکے ہیں کہ ”آئے گا تو مودی ہی“ اور اس کا نظارہ ہندو دھرم کے تہواروں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ’پران پرتشٹھا‘ کا دن ہو یا ’رام نومی‘ ایسا لگتا ہی نہیں کہ یہ ہندوؤں کا مذہب ہے، کیوں کہ اسے مسلمانوں کی آبادیوں کے نزدیک ہی منایا گیا ہے۔ جہاں مسلم آبادی میں زیادہ ہیں، وہیں پر لاؤڈاسپیکر اور ڈی جے کی آوازیں 24 گھنٹے تک فضاؤں میں گونجتی رہیں اور سب سے حیرت ناک یہ ہے کہ دلتوں اور خاص کر امبیڈکر وادیوں کے محلے سے بڑے بڑے جلوس نکالے گئے اور مسلم آبادی کے دائرہ میں شور مچایا گیا، اور جب ہندوؤں کی آبادی سامنے آئی تو سب کچھ شانت۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اب ہندو دھرم اپنا دھرم نہیں منا رہا بلکہ اس کو بنیاد بنا کر دوسرے دھرم کے لوگوں کو پریشان کررہا ہے۔ ظاہر ہے جب دھرم کو سیاست کے لیے استعمال کیا جائے گا تو یہی ماحول بنے گا، جہاں دھرم دھرم نہ رہ کر سیاسی غلبہ کی شناخت بن کر رہ جائے گا۔ بی جے پی اپنی سیاست میں ہر طریقہ سے کامیاب ہے۔ میڈیا، منصف، الیکشن کمیشن، تفتیشی ایجنسیاں ایک طرح سے اس کی مددگار ہیں تو دوسری طرف دلت اور پچھڑی جاتیوں کے لوگ مفت راشن اور علمی بے خبری کے سبب بی جے پی کے ساتھ آچکے ہیں۔ پڑھے لکھے اعلیٰ ذات تو پہلے سے ہی اس کے قریب تھے، تو الیکشن کا کوئی مطلب ہی نہیں ہے۔ فیصلہ پہلے ہی آچکا ہے۔ کانگریس اور اس کا اتحاد اپنی عجیب عجیب حرکتوں سے عوام کے اس طبقہ کا دل توڑ رہا ہے جو چاہتے ہیں کہ ملک کا کچھ بھلا ہو۔ کمزور اپوزیشن مزید کمزوری کا مظاہرہ کررہا ہے۔ مسلمانوں کا بھی کچھ مفاد پرست طبقہ بی جے پی کی خاموش حمایت میں سرگرداں ہے۔ مسلم راشٹریہ منچ کے دربار میں بیٹھنے کی جگہ بھی مشکل سے ہی مل پاتی ہے۔

ایسے میں ایک خبر یہ آئی کہ اس مرتبہ یوپی ایس سی کے امتحان میں 50 مسلم طلبا نے کامیابی حاصل کی اور یہ بھی خبر آئی کہ صرف جامعہ ملیہ اسلامیہ سے 31 امیدوار کامیاب ہوئے۔ گویا کچھ ایسا طبقہ بھی ہے جو دنیا اور ملک میں ہونے والے واقعات وحادثات کا اثر کم کرنے کے لیے تعلیم کی طرف راغب ہوا ہے اور اپنی زندگی بنانے میں مصروف ہے۔ مگر یہ تعداد بہت کم ہے۔ مسلمانوں کو اس نہ سمجھ میں آنے والے ماحول میں خاموشی کے ساتھ تعلیم اور کریئر پر دھیان مرکوز کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔

(مضمون نگار سینئر صحافی ہیں)

drzainshamsi@gmail.com

> بی جے پی اپنی سیاست میں ہر طریقہ سے کامیاب ہے۔ میڈیا، منصف، الیکشن کمیشن، تفتیشی ایجنسیاں ایک طرح سے اس کی مددگار ہیں تو دوسری طرف دلت اور پچھڑی جاتیوں کے لوگ مفت راشن اور علمی بے خبری کے سبب بی جے پی کے ساتھ آچکے ہیں۔ پڑھے لکھے اعلیٰ ذات تو پہلے سے ہی اس کے قریب تھے، تو الیکشن کا کوئی مطلب ہی نہیں ہے۔ فیصلہ پہلے ہی آچکا ہے۔ کانگریس اور اس کا اتحاد اپنی عجیب عجیب حرکتوں سے عوام کے اس طبقہ کا دل توڑ رہا ہے جو چاہتے ہیں کہ ملک کا کچھ بھلا ہو۔ کمزور اپوزیشن مزید کمزوری کا مظاہرہ کررہا ہے۔ مسلمانوں کا بھی کچھ مفاد پرست طبقہ بی جے پی کی خاموش حمایت میں سرگرداں ہے۔

---

میں نے ظلم کے ہاتھوں زخم کھائے ہیں اب تک
تنگ آ کے میں نے بھی اب اٹھا لیے پتھر
جبر پر تمہارے اب چپ نہیں رہوں گا میں
شوق سے مری جانب اب اچھالیے پتھر

تہذیب ابرار

LETTERS
مراسلات

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

## میرا پیغام ’دیانت‘ ہے جہاں تک پہنچے

مکرمی!

صفحہ اول پر شائع شہ سرخی ’چیف جسٹس آف انڈیا کو 21 سبکدوش ججوں کا مکتوب‘ کے سلسلہ میں بصد معذرت عرض ہے کہ مذکورہ سابق معزز جج حضرات کا عزت مآب چیف جسٹس کے نام یہ مشترکہ مکتوب دراصل ملک میں دن بہ دن پست سے پست تر ہوتے سیاسی معیار کی خط کشیدگی کرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اپنے سیاسی اغراض ومقاصد اور مفادات کے حصول کی خاطر کچھ لوگ عدالتی نظام پر عوام کے اعتماد کو کمزور کرنے کی مذموم کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں۔ تاہم اس کے عین برعکس اصلیت یہ ہے کہ انصاف کے متلاشیوں کیلئے آخری امید اب عدلیہ کا دروازہ ہی رہ گیا ہے۔ دراصل جب عدالتی فیصلے کسی پارٹی کے سیاسی نظریات کے خلاف ہوتے ہیں تو وہ سیاسی تنقید کا شکار ہوتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عدالتوں کے فیصلے دستیاب ثبوتوں اور شواہد کی روشنی میں کیے جاتے ہیں نہ کہ سیاسی نظریات کے زیر اثر۔ قبل ازیں 600 سے زیادہ وکلاء حضرات بھی عزت مآب چیف جسٹس چندر چوڑ کو اسی نوعیت کا ایک خط ارسال کرچکے ہیں کہ ایک خاص گروپ عدلیہ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کررہا ہے۔ یہ صورتحال یقیناً باعث صد تشویش ہے۔ جگر مرادآبادی کا مشہور زمانہ شعر ایک لفظ کی تبدیلی یعنی ’محبت‘ کے بجائے ’دیانت‘ کے ساتھ تحریر کرنا یہاں موزوں نظر آتا ہے:

ان کا جو فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام ’دیانت‘ ہے جہاں تک پہنچے

**اظہر علی خاں** - شرافت منزل، کوتوالان، رامپور-1

## چالیس سال تک لوگوں کی بےلوث خدمت

مکرمی!

عرب کے ایک ملک شام کے شہر حَماۃ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ اسماعیل الزعیم ابوالسباع جو کہ سعودی عرب کے شہر مدینہ منورہ میں مقیم تھے، دو دنوں پہلے مدینہ منورہ میں اُن کی وفات ہوگئی، اِنّا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے، اُن کی خدمات کو قبول فرمائے اور اُنہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔ مسجد نبویؐ سے قُبا کی طرف جانے والے راستے پر وہ بزرگ شخص بیٹھ کر گزشتہ 40 سالوں سے حجاج کرام، عمرہ کرنے والوں، زائرین اور ہر آنے جانے والے لوگوں کو مفت میں چائے اور قہوہ پلاتے تھے، حلیب اور کھجور بھی پیش کرتے تھے، اُن کی عمر 96 سال تھی، لیکن چہرہ خوبصورت اور نورانی تھا، یہ لوگوں کی خدمت کرنے کی وجہ سے تھا۔ 96 سال کی عمر میں بھی ایک جذبے، ایک شوق اور نیکی کی غرض سے فلاحی خدمات انجام دینا وہ بھی سڑک پر بیٹھ کر اپنے آپ میں ہی بڑی ہمت کا کام ہے، اسی لیے ان کی وفات کے بعد دنیا بھر کے مسلمان انہیں دعائیں دے رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں کی کسی نہ کسی طرح سے خدمات کرنے والے لوگ اپنی وفات کے بعد بھی لوگوں کی دعاؤں اور اچھی یادوں میں باقی رہتے ہیں۔

**ڈاکٹر محمد وسیم** - نئی دہلی

## انتقال پر ملال

مکرمی!

مولانا محمد ذاکر قاسمیؒ (جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء مہاراشٹر و تنظیم علماء اہل سنت والجماعت گوونڈی ممبئی مہتمم مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن کینا مارکیٹ) کی وفات سے علماء برادری سوگوار ہے، اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ممبئی اور بالخصوص گوونڈی میں حضرت کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع رہا ہے۔

**مولانا بدرالدجی قاسمی** - بذریعہ ای-میل

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر و پبلشر **ضیاء قادری** نے سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن پریس C-2,3,4، سیکٹر-11 نوئیڈا میں چھپوا کر اور 705-706، ساتویں منزل، نورنگ ہاؤس، 21 کے جی مارگ، نئی دہلی سے شائع کیا۔
Printed & Published by **Zia Qadri**, on behalf of **Sahara India Mass Communication** and Printed at **Sahara India Mass Communication Press**, C-2, 3, 4, Sector-11, Noida and published at **705-706, VIIth Floor, Navrang House, 21 K.G. Marg, New Delhi**
Editor & Group Editor: **Abdul Majid Nizami** (editor.nizami@gmail.com) Resident Editor: **Md. Fakhre Imam** (fimam16@gmail.com) *ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: **عبدالماجد نظامی** ■ ریزیڈنٹ ایڈیٹر: **محمد فخر امام**
For Editorial/News: rsahara1@gmail.com ■ **Advertisement (National)**: ■ 9891773434, 9899452476 **Email:**adsahara@gmail.com
www.roznamasahara.com 0120-2598274: سرکولیشن، **0120-2444755,2598419** :ٹیلی فون نمبر نوئیڈا آفس، 011-23352369, 23352368 :ٹیلی فون نمبر دہلی دفتر
* اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار ——R.N.I. No.71627/99 **Roznama Rashtriya Sahara** (New Delhi) Regd.: UP/BR/GBD-208/2024-2026 —— شمارہ نمبر: **8870** سال: **24**
روزنامہ راشٹریہ سہارا
حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں